ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No2 2024

عصر حاضر میں اُمت مسلمہ کو فرقہ پرستی سے درپیش مسائل اور ممکنہ حل قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک تحقیقاتی جائزہ

THE CHALLENGES FACED BY MUSLIM UMMAH DUE TO DISCORDIA IN THE WORLD TODAY ,AND THEIR POSSIBLE SOLUTIONS ACCORDING TO QURAN AND HADITH A RESEARCH_ STUDY

Muhammad Shakeel
PhD Scholar Islamic Studies Abdul Wali Khan University Mardan
E-mail:muhammadshakil371@gmail .com
Afsana Ghalib
PhD Scholar Islamic Studies Abdul Wali Khan University Mardan
Azmatullah
PhD Scholar Islamic Studies Abdul Wali Khan University Mardan

Abstract

The sectarianism among Muslim ummah has had its pragmatic ancestry since the death of Prophet Muhammad upon the issue succession. This issue divided the Muslim Ummah into numerous schools and sects. Among them the most prominent sects are Sunni and Shia. Recently it is more critical because Muslim Ummah facing enormous internally and externally problems and threats. This paper highlights the challenges facing by Muslim Ummah due to sectarianism in terms of definition, forms, types of Ummah and sectarianism and all the measurements, strategies which may causes of sectarianism among Muslim Ummah. To define the sectarian discourse, defining criteria as well as parameters to specify the discourse genre which is related to sectarianism are to be explored and discussed. This can set the blueprints and schematic analysis of the sectarian discourse and their solution according to Islamic perspective. Sectarian problem is no more of an occasional nature, or limited to isolated localities. It is becoming the problem of the whole Ummah because it is spreading its tentacles rapidly. If it continues with the same pace, it will soon engulf the whole Muslim community. It is, therefore, extremely necessary to address the root causes of the problem in each sectarian ridden place to contain the problem immediately. The present study will not only highlight the root causes of sectarianism among Muslim community but also suggest certain remedies according to Quran and Hadith.

Keywords: Quran, Hadith, Muslim Ummah sectarianism,

اُمت کی لُغوی تعریف

1: لغوی اعتبار سے اُمَّةً کا مادہ ا، م، م (اُمم) ہے اور لفظ "اُم" والدہ کا بھی یہی مادہ ہے[1]۔

اُمَّةً جمع لهم جامع من دين أو زمان أو مكان أو غير ذالک[2]

اُمت عربی زبان میں ایک طرح کے افراد کے مجموعہ کو کہتے ہیں، جن میں کوئی مشترک بنیاد ہو، خواہ یہ مشترک بنیاد دین کی ہو یا زمانہ یا وقت کی، یا مقام وعلاقہ کی مناسبت سے ہو اس کو اُمت کہا جاتا ہے۔: الرجل الذی لہ نظیر لہ[3]: اُمت کے معنی بے نظیر انسان اور م ُعلم خیر کے بھی ہیں
اُمت کے لغوی معنی قوم اور جماعت کے بھی ہیں مگر خاص طور پر وہ جماعت جس میں کوئی امر مشترک ہو یہ لفظ حالت، نعمت، شان، طریق، سنت، وقت، زمانہ اور شریعت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ الاخفش نے تصریح کی ہے کہ ا اُمَّةً باعتبار لفظ واحد ہے اور باعتبار معنی جمع ہے[4]۔

اصطلاحی تعریف

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No2 2024

اصطلاح میں اُمت کے معنی کسی پیغمبر پر ایمان لانے اور اس کی پیروی کرنے والی جماعت، خاص طور پر حضورؐ کے پیروکار یا پھر قوم، برادری، گروہ، ملت اور ہم مذہب کے ہیں۔

أُمَّةٌ جماعة أرسل اليهم رسول سواء آمنوا أو كفروا.[5]

ایک مشترک خصوصیت کے حامل گروہ کو اُمت کہنے کے معاملہ میں لغت کے اعتبار سے اس قدر وسعت ہے کہ صرف انسان ہی نہیں بلکہ دوسری مخلوقات کے گروہ کو بھی امت کہا گیا ہے۔ لفظ اُمت وسیع مفہوم رکھتا ہے جو تمام قوموں کا احاطہ کرتا ہے، اسی لئے جب روئے سخن صرف مسلمانوں کی جانب ہوتا ہے تو اُمت مسلمہ کہا جاتا ہے۔ اُمت کے لفظ میں امر مشترک لازمی ہے، خواہ یہ اشتراک مذہبی وحدت کی بناء پر ہو یا جغرافیائی یا نسلی وحدت کی وجہ سے ہو، خواہ اس امر مشترک اور رابطے میں اُمة کے اپنے اختیار کو دخل ہو یا نہ ہو۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الأَرْضِ وَلاَ طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلاَّ أُمَمٌ أَمْثَالُكُم[6]

زمین میں جتنے چلنے والے جانور اور اپنے پروں کے ذریعہ اڑنے والے پرندے ہیں یہ سبھی تمہاری طرح امتیں ہیں۔

لفظ اُمم میں ہر وہ نوع حیوان شامل ہے جو فطرتاً ایک خاص قسم کی زندگی بسر کر رہی ہو، مثال کے طور پر مکڑی جالا بُنتی ہے اور سفید مورنی تنکوں سے اپنا گھر بناتی ہے جیسا کہ قرآن عظیم الشان میں مذکور ہے۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ[7]

سب لوگ ایک دین پر تھے، پھر اللہ نے انبیاء خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بھیجے، اور ان کے ساتھ سچی کتاب نازل کی تاکہ لوگوں میں اس بات میں فیصلہ کرے جس میں اختلاف کرتے تھے، اور اس میں اختلاف نہیں کیا مگر انہیں لوگوں نے جنھیں وہ (کتاب) دی گئی تھی اس کے بعد کہ ان کے پاس روشن دلیلیں آچکی تھیں آپس کی ضد کی وجہ سے، پھر اللہ نے اپنے حکم سے ہدایت کی ان کو جو ایمان والے ہیں اس حق بات کی جس میں وہ اختلاف کر رہے تھے، اور اللہ جسے چاہے سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے۔

اُمت کے مفہوم کی اس وسعت کو دیکھئے تو صرف مسلمان ہی امت نہیں بلکہ ہر مذہبی گروہ ایک امت ہے، چاہے وہ ہندوں ہو، عیسائی یا یہودی ہو۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ[8]

ہر اُمت میں اللہ تعالیٰ نے ڈرانے والا اور حق کی تعلیم دینے والا بھیجا ہے اسی لئے قرآن مجید نے غیر مسلم گروہوں کو بھی امت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور اہل مکہ سے فرمایا ہے کہ:

وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ[9]

اور اگر تم جھٹلاؤ تو تم سے پہلے بہت سی جماعتیں جھٹلا چکی ہیں، اور رسول کے ذمہ تو بس کھول کر پہنچا دینا ہی ہے۔ یعنی اگر تم نے پیغمبر برحق کو جھٹلا دیا تو کچھ عجیب نہیں کیوں کہ تم سے پہلے کی اُمتوں نے بھی اپنے زمانے کے رسولوں کو جھٹلایا تھا۔

اُمت کے اقسام (Types of Ummah)

اُمت کے درجہ ذیل دو اقسام ہیں 1: اُمت اجابت 2: اُمت دعوت

1: اُمت اجابت

جس قوم میں کسی نبی کو بھیجا گیا ہو وہ قوم اس نبی کی امت کہلاتی ہے چاہے وہ اس پر ایمان لائی ہو یا نہیں، جو ایمان لا چکے ہیں ان کو اُمت اجابت کہا جاتا ہے اجابت کے معنی قبول کرنے کے ہیں لہٰذا ”امت اجابت“ کے معنی اس گروہ کے ہیں جس نے نبی کی دعوت کو قبول کر لیا ہو۔

2: اُمت دعوت

اُمت دعوت سے مراد ایسی اُمت ہے جس میں نبی آیا ہو لیکن اُمت نے پیغمبر کا دعوت قبول نہ کیا ہو اور نہ ایمان نہیں لائے ہو ایسی دعوت کو امت دعوت کہا جاتا ہے یعنی ابھی ان پر مزید دعوت حق پیش کرنے کی ضرورت ہے اسی لئے اہل لغت نے صراحت کی ہے کہ پیغمبر کو جن لوگوں کی طرف بھیجا گیا، وہ سب اُمت میں شامل: ہیں [10]۔

اُمت مُسلمہ ایک تعارف (Introduction to Muslim Ummah)

اُمت ایک عربی لفظ ہے جس کے معنی "قوم" یا "برادری" کے ہے۔ اس میں شعب سے تفریق کی جاتی ہے، جس کا مطلب عام اُمت مسلمہ عربی میں (الا مۃ الا سمیۃ) انگریزی نسب یا جغرافیہ کے ساتھ ایک قوم ہے۔ یہ الامۃ الاسلامیۃ کے مترادف ہے اور یہ عام طور پر اسلامی عوام کی اجتماعی برادری کے مطلب کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اُمت مسلمہ کو عالم اسلام بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح بہت سے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مذہبی معنوں میں اُمت اسلامیہ سے مراد ایسے افراد کا گروہ ہیں جو اسلام کے تعلیمات پر عمل پیرا ہو۔ ثقافتی لحاظ سے اُمت اسلامیہ سے مراد اسلامی تہذیب ہے۔ جدید جغرافیائی لحاظ سے اُمت مسلمہ سے مراد عام طور پر مجموعی مسلم اکثریت والے ممالک ہیں ۔ مسلم دنیا کی تاریخ 1400 سال پر محیط ہے اور اس میں متعدد سماجی و سیاسی ترقی کے ساتھ ساتھ فنون لطیفہ، سائنس، فلسفہ اور ٹیکنالوجی میں ترقی بھی شامل ہے۔ خاص طور پر اسلامی عہد زریں میں جس طرح کسی گروہ کے لئے دوسری باتیں مشترک بنیاد ہو سکتی ہیں اس طرح دین و مذہب بھی ہو سکتا ہے، اسی مناسبت سے ایک دین پر قائم رہنے والے ”کان الناس اُ مَّۃً واحدۃ“ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ تمام لوگ ایک ہی دین پر لوگوں کو بھی ایک اُمت کہا جاتا ہے۔ عربی لغت و گرامر کے ایک بڑے ماہر زجاج تھے۔ دین واحد کے اس مذہبی رشتے سے پوری دنیا کے مسلمان ایک امت ہیں۔ جس کی دُعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی ارشاد ربانی ہے :

رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُزَكِّیْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ [11]

: اے ہمارے رب! اور ان کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیج جو اِن پر تیری آیتوں کی تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب پاکیزہ فرمادے۔ بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ جیسے اُمت کا لفظ اجتماعیت کو ظاہر کرتا ہے ایسے ہی ایک لفظ قوم کا ہے یہ بھی افراد کے ایک مجموعہ کو کہتے ہیں، امت کا لفظ عموماً ایک. فکر کے لوگوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور قوم کا لفظ عموماً ایک علاقہ اور ملک کے لوگوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ اسی لئے انبیاء علیہم السلام نے اپنے مخاطب کو قوم کے لفظ سے خطاب کیا۔ حالانکہ دینی اعتبار سے اُن کے اور اُن کی قوم کے درمیان اتحاد نہیں تھا؛ بلکہ قوم ان کی دعوت کی سخت مخالف تھیں۔ پس مسلمانوں کا ایک تعلق اپنے ہم مذہب لوگوں سے ہیں جو کہ ”اُمت“ کہلاتی ہے، اور دوسرا تعلق اپنے ہم وطنوں سے ہیں جو کہ ایک قوم پکارا جاتا ہے۔ ہیں۔ اس لئے ہندوستان میں بسنے والے جتنے بھی مذہبی گروہ ہیں ہندوستانی مسلمان ان کو اپنی قوم کا حصہ سمجھتے ہیں۔ اسی جذبہ کے تحت مسلمان ملک کے دفاع اس کی ترقی اور اس کی آزادی میں برادران وطن کے شانہ بشانہ بلکہ بعض اوقات دوسروں سے آگے بڑھ کر مادر وطن کی خدمت کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ دنیا ایک گلوب کی مانند ہے جس نے پوری دنیا کو ایک گاؤں میں تبدیل کر دیا ہے۔ ہر ملک کے مفادات دوسرے ملک کے مفادات سے وابستہ ہیں اور بسا اوقات بڑے بڑے اور طاقتور ممالک بعض مفادات میں بہت چھوٹے ممالک کے محتاج ہوتے ہیں اور ان کی تائید چاہتے ہیں۔ اس لئے اگر ہندوستانی مسلمانوں کا تعلق عالم اسلام کے ملکوں اور دوسرے ملکوں میں بسنے والے مسلمانوں سے استوار ہو اور اس کا استعمال ملک کے خلاف نہ ہو تو یہ ہمارے ملک کے لئے مفید ہے نہ کہ نقصان دہ۔ اس وقت ہندوستان کو مسلمان ملکوں کی جو تائید حاصل ہے یہاں تک کہ بہت سی دفعہ وہ پڑوس کے مسلم اکثریتی ملکوں کے مقابلہ ہندوستان کو ترجیح دیتے ہیں۔ تجارت میں افرادی وسائل میں، سرمایہ کاری میں اور بین الاقوامی مسائل میں ہندوستان کے موقف کی تائید کرتے ہیں۔ اس میں یقینی طور پر اس بات کا بھی حصہ ہے کہ انڈونیشیا کے بعد سب سے زیادہ مسلم آبادی ہندوستان میں ہے، پس اُمت کے اس تصور سے وطن عزیز کو فائدہ پہنچتا ہے نہ کہ نقصان۔ پھر کیا صرف اس ملک کے مسلمانوں ہی کا دوسرے ملکوں میں بسنے والے اپنے مذہبوں سے رابطہ ہے؟ کیا دوسرے مذہبی گروہوں کا نہیں ہے؟ ہندو مذہب پر یقین رکھنے والے تارکین وطن پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں جو الگ الگ ملکوں میں رہتے ہوئے ہندوستان میں بسنے والے ہم مذہب لوگوں سے خصوصی تعلق رکھتے ہیں۔ کسی بھی اجتماعیت کے بارے میں نفع بخش یا نقصان دہ ہونے کا فیصلہ اس کے مقاصد سے کیا جاتا ہے۔ اگر لوگ اپنی ایک وحدت اس سوچ کے ساتھ قائم کریں کہ وہ دوسروں کو نیچا دکھائیں گے، ان کو نقصان پہنچائیں گے،

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No2 2024

ان کو بے وطن کریں گے، سماج میں نفرت پھیلائیں گے اور تفریق کی فضاء تیار کریں گے تو ظاہر ہے کہ ایسی اجتماعیت انسانیت کیلئے تباہ کن ملک و قوم کیلئے مہلک ونقصان دہ اور ناقابل قبول ہے۔ چاہے یہ مسلمانوں کی طرف سے ہو یا کسی اور مذہبی گروہ کی طرف سے۔ ایک اُمت کی حیثیت سے مسلمانوں کی جو ذمہ داریاں اور مقاصد ہیں قرآن مجید نے ان کو واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔

: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَ لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ- مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ[12](

(اے مسلمانو!) تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے نکالے گئے ہو، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب (بھی) ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر تھا، ان میں کچھ مسلمان ہیں اور ان کی اکثریت نافرمان ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ[13]

اور اسی طرح ہم نے تمہیں درمیان والی امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو، اور ہم نے وہ قبلہ نہیں بنایا تھا جس پر آپ پہلے تھے مگر اس لیے کہ ہم الگ کریں اس کو جو رسول کی پیروی کرتا ہے اس سے جو الٹے پاؤں پھر جاتا ہے، اور بے شک یہ بات بھاری ہے سوائے ان کے جنہیں اللہ نے ہدایت دی، اور اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا، بے شک اللہ لوگوں پر بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تم کو "میانہ رَو اُمت" بنایا ہے جو لوگوں کے سامنے حق کی گواہی دیتے ہیں۔ گواہی دینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کا حکم دیا ہے، ان کی دعوت دیتے ہیں، اور جن باتوں سے منع فرمایا ہے ان سے روکتے ہیں۔ غرض کہ اس امت کی اجتماعیت، وحدت اور باہمی ارتباط کا مقصد نہ کسی گروہ کی مخالفت ہے نہ نفرت کا پھیلانا بلکہ اس کا مقصد دنیا میں اچھی باتوں کو فروغ دینا، سماج کو خیر وفلاح کی طرف لانا اور ظلم، زیادتی، ناانصافی وغیرہ کو روکنا اور دیگر برائیوں کے خلاف متنبہ کرنا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ ایسی امت ملک کیلئے فائدہ مند ہی ہوگی۔ قرآن مجید نے یہ بھی صاف صاف کہہ دیا ہے کہ دوسری قوموں کے جو عقائد وافکار اور رسوم وروایات ہیں اور زندگی گزارنے کا جو طور وطریقہ ہے، چاہے مسلمانوں کو اس سے اتفاق نہ ہو؛ لیکن اس کو دنیا میں فساد وانتشار کا سبب نہ بنایا جائے۔ یہ اختلاف جو ہمیں نظر آتا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کا حصہ ہے، اگر اللہ تعالیٰ کو اس دنیا میں ادیان ومذاہب کا اختلاف منظور نہ ہوتا تو سارے کے سارے لوگ ایک ہی مذہب کے حامل ہوتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ بات مقدر ہے کہ اس دنیا میں اختلافِ مذہب قائم رہے جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ[14]

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور اب یہ لوگ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔

اس لئے مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے کہ دوسری قومیں جن دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرتی ہیں، ان کو برا بھلا نہ کہا جائے۔ اگر اسلام نے امت محمدیہ کا مقصد دوسروں سے لڑنا، ان سے جنگ کرنا اور زبردستی ان کا مذہب تبدیل کرانے کی کوشش کرنا قرار دیا ہوتا تو یقیناً مسلمان بحیثیت امت قابل نفرت ہوتے؛ لیکن اسلام نے ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے؛ بلکہ رب العالمین نے امت کو بہتر مقاصد کے لئے برپا کیا ہے؛ اس لئے اس سے نہ تو وطن عزیز کا کوئی نقصان ہے نہ ہی برادران وطن کا اور نہ انسانیت کا۔

فرقہ کے لغوی معنی: Literal meaning of discord

فرقہ عربی زبان کا لفظ ہے اس کا اسم مذکر ہے اور معنی ہے جدا ہونا، پھٹ جانا، فاصلہ بڑھانا، مفارقت، علیحدگی، نفاق یا نااتفاقی۔ کا مادہ (ف، ر، ق ہے)۔ لفظ فرقہ کے معنی گروہ اور جماعت کے ہیں۔ یہ لفظ (فرق) سے ماخوذ ہے، جس کے بنیادی معنی جدا ہونا، علیحدہ ہونا، پھٹ جانا، بھٹ جانا، اور الگ ہونا ہے۔ فرقہ میں مذہب، جماعت (سیاسی ہو یا غیر سیاسی) دونوں کا عمل دخل ہے۔

القاموس میں فرقہ کے معنی "پھوٹنا" اور "بھٹ جانا" کے ہیں[15]

کل شیئین فَصّلتَ بینھما فقد فرقت بینھم[16]۔

مفردات القرآن میں لفظ فرقہ کے لغوی معنی "جدا کرنا" "الگ کرنا" اور علیحدہ کرنا کے ہیں فرقہ کے یعنی تونے جن دو چیزوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا، اس کا مطلب ہے تونے ان کو جدا کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ دو چیزوں کا ایک دوسرے سے علیحدہ ہونا، تفرقہ کہلاتا ہے۔

فرقہ کے اصطلاحی معنی: Lexical meaning of discord

علامہ راغب الاصفھانی مفردات القرآن امیں لکھتے ہیں:

الفرقالقطعة المنفصلة، و منہ الفرقة للجماعة المُتفرّدةِ من النّاسِ -

لفظ "ا لِفرقُ" کا معنٰی ہے جدا کیا ہوا ٹکڑا۔ یہ لفظ عام لوگوں میں سے الگ ہو جانے والے گروہ کے لیے بولا جاتا ہے۔

علامہ محمد اسماعیل عودوی، صفوۃ العرفان میں لکھتے ہیں:

الفِرقۃُ بالکسر: الطائفۃ من الناس

علامہ ابنُ الاثیر، النھایۃ میں لکھتے ہیں:

یُقالُ: فرّقتُ بین شیئین، افرق فرقاً، وفرقاناً

دو چیزوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کے لیے کہتے ہیں۔

لفظ فرقہ کے لغوی اور اصطلاحی معانی تقریباً یکساں ہیں۔ ان میں بنیادی طور پر کچھ فرق نہیں ہے۔

اھل لغت، مفسرین حضرات، اور غریب الحدیث کے ماہرین: لکھتے ہیں:

کہ لفظ فرقہ کے جو معانی بیان کئے ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی بڑی اجتماعیت سے علیحدہ ہو جانے والوں کو فرقہ پرست کہا جاتا ہے۔

امام راغب اصبھانی لکھتے ہیں:

فریق کے معانی ہیں عام لوگوں سے الگ ہو جانے والا گروہ۔

صاحب صفوۃ العرفان لکھتے ہیں:

فریق فرقۃ سے تعداد میں زیادہ لوگوں کے لیے بولا جاتا ہے۔

اردو زبان میں اس مفہوم کے لئے تفرقہ اندازی، تفرقہ پردازی، فرقہ بندی اور فرقہ واریت جیسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ فرقہ واریت ایسی ہی ایک اصطلاح ہے جس کا مطلب بہت کم لوگ بتا سکتے ہیں۔ یا یوں کہیے جس کی مذمت کرنے پر سب کو لگا دیا گیا ہے مگر اس کے مفہوم کا تعین چند لوگوں کا کام ہے۔

فرقہ پرستی کی مختلف صورتیں: (Different forms of Discord)

علماء، محدثین، فقہاء اور مفسرینِ اُمت کے مطابق تفرقہ اور تنازعات جو کہ اسلام میں بہت بڑا گناہ ہے دو صورتوں میں پایا جاتا ہے۔

1: پہلی صورت

ایک یہ کہ جہاں شریعت ہر گز اختلاف کی کوئی گنجائش نہ رکھے وہاں لوگوں کو اختلاف کرنے دیا جائے اور ہر ایک کو اپنی اپنی رائے پر چلنے دیا جائے۔ یعنی جہاں اختلاف شرعاً حرام ہو وہاں اختلاف کی گنجائش رکھنا وہاں اختلاف ہو جانے کو برداشت کرنا یا قدرت رکھتے ہوئے اس پر سکوت اختیار کرلینا۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد خاص طور پر جدید تعلیم یافتہ طبقوں میں سے دین پسند لوگ رواداری کے اس باطل مفہوم کا شکار ہیں۔ ان حضرات کا عمومی مسلک یہ ہے کہ کسی بھی مسلمان کو غلط نہ کہا جائے۔ اپنے کام سے کام رکھا جائے اور کسی گروہ کے عقیدے پر بھی تنقید نہ کی جائے اور یہ کہ کوئی جیسا بھی اعتقاد رکھتا ہو اپنی اپنی جگہ سب صحیح ہیں۔ کوئی شرک کرے، کوئی صحابہ سے بغض رکھے،

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No2 2024

کوئی معاذ اللہ خدا کی صفات کا انکار کرے یہ اپنے اپنے اعتقاد کی بات ہے کسی کو اس کے اعتقاد کے معاملے میں نہ چھیڑا جائے۔ یہ مسلک اگر ان معاملات میں اختیار کیا جائے جن میں شریعت کی جانب سے اختلاف کی گنجائش ہے تو بلاشبہ درست ہے۔ مگر دین کے کچھ امور ایسے ہیں جو طے شدہ ہیں اور ان میں لوگوں کو اختلاف کی اجازت دینا تفرقہ کی بدترین صورت ہے اور اسلام کے حق میں صریح ترین جرم ہے۔ اصولِ دین میں، شریعت اختلاف کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں دیتی۔ شریعت کے مسلّمات ہیں۔ اسلام کے بنیادی حقائق ہیں۔ صحابہ کا اجماع ہے۔ وہ امور ہیں جو قرونِ اولیٰ (ثلاثہ) میں متفق علیہ جانے گئے۔ مثلاً شرک کی حرمت وشناعت، توحید کا وجوب، رسالت خصوصاً ختم نبوت پر یقین، بقیہ ارکانِ ایمان، ارکانِ اسلام (شہادتین، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج) اور دین کے معلوم فرائض مثل امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور جہاد وغیرہ) انبیاء کی تعظیم، صحابہ واہل بیت کی حرمت، دین کے معلوم محرمات مثلاً سود، شراب، بدکاری، بے حیائی، فحاشی وغیرہ کو حرام اور لازم اجتناب جاننا، شریعت محمدی کے آگے ہر قانون، ہر دستور اور ہر نظام کا باطل وکالعدم ہونا اور ہدیِ محمد ﷺ کو ہر رسم، ہر سماجی قدر اور ہر کلچر کو موقوف کردینے کا حق ہونا وغیرہ وغیرہ۔ کوئی شخص اگر ان معاملات میں اختلاف کرتا ہے یا ان معاملات میں سے کسی معاملے کو اختلافی یا 'افہام وتفہیم' کا مسئلہ سمجھتا ہے تو وہ ظلم عظیم کا مرتکب ہے۔

2: دوسری صورت

جہاں شریعت اختلاف کی گنجائش رکھے وہاں اختلاف کی اجازت نہ دی جائے اور وہاں ہر آدمی دوسرے کو اپنے فہم کتاب وسنت یا اپنے مسلک پہ لے آنے پر ہی ضد کرے اور اسی کے باعث لوگوں سے اُلجھے۔ یعنی جہاں اختلاف کی شرعاً گنجائش ہو وہاں لوگوں کو اختلاف کا حق نہ دینا۔ وہاں بھی لوگوں کو ایک خاص رائے پر چلنے کا پابند کرنا اور اگر وہ اس پر نہ چلیں تو ان سے لڑائی بھڑائی کو روا رکھنا اور ان سے اس طرح پیش آنا جس طرح کہ گمراہ فرقوں کے ساتھ پیش آیا جاتا ہے۔ یہ ایک دوسری انتہا ہے اور بہت سے متشدد لوگ تفرقہ کی اس صورت کا شکار ہیں۔ علماء وفقہائے اُمت کی غالب ترین اکثریت، بشمول حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، ظاہری اور اہل الحدیث وغیرہ وغیرہ ایسے فقہی مسالک کو فرقہ ناجیہ میں شمار کرتی آئی ہے۔ یہ کئی فرقے نہیں دراصل ایک ہی فرقہ ہے اور ان سب کا ایک سے علمی اور شرعی مصادر پر اتفاق ہے۔ علماوفقہائے اُمت کے ہاں صدیوں تک یہ اعتبار قائم رہا ہے۔ کسی کے ہاں عقیدہ کی ہی کوئی بڑی خرابی ہو تو اور بات ہے ورنہ یہ فقہی مذاہب اُمت کے معتبر مذاہب ہیں اور فقہی اختلاف کے باوجود یہ ایک جماعت ہیں اور سب کے سب "اہل سنت وجماعت" کی ذیل میں آتے ہیں۔ ان کا اختلاف وہ اختلاف ہے جس کی عمومی معنی میں علمائے اُمت کے ہاں گنجائش جانی گئی ہے۔ بنیادی طور پر یہ نصوص کے فہم اور ترجیح اور استقصاء میں ہونے والا اختلاف ہے۔ اجتہادی مسائل میں ہونے والا اختلاف ہے۔ یہ اختلافِ مذموم نہیں بلکہ اصطلاحی طور پر یہ اختلافِ سائغ ہے۔ نصوص کے فہم وجمع کے اندر صحابہ تک میں اختلاف ہوا۔ علماءِ صحابہ کے فتاویٰ ایک دوسرے سے مختلف ہوئے۔ کسی نے دوسرے سے اپنی رائے منوانے پر اصرار نہیں کیا۔ یہی طرز عمل تابعین اور اتباع تابعین میں چلتا رہا۔ کسی نے ایک دوسرے کو اپنے سے مختلف رائے رکھنے پر، بُرا بھلا نہ کہا۔ کسی نے اس بنیاد پر گروہ بندی نہ کی۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں یہی صحابہ وتابعین واتباعِ تابعین ہیں جو گمراہ فرقوں کے خلاف یک آواز ہو جاتے رہے۔ ان کے خلاف شدید ترین رویہ اختیار کرتے رہے۔ اہل بدعت کو اپنی مجلس تک سے اٹھادیتے رہے۔ حجت قائم کردینے کے بعد ان کا منہ دیکھنا تک گوارا نہ کرتے تھے۔ روافض، خوارج، قدریہ، جہمیہ اور معتزلہ کے خلاف ان کے باقاعدہ فتاویٰ موجود ہیں۔ گمراہ فرقوں کے خلاف امام ابو حنیفہ کے مناظرے، امام مالک، امام شافعی، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، اوزاعی اور حسن بصری کے سخت ترین مواقف اور امام احمد بن حنبل کا جہاد آخر کس سے پوشیدہ ہے۔ جبکہ خود ان ائمہ کا آپس میں بھی کثیر مسائل پر اختلاف ہوا مگر کیا انہوں نے فقہی اختلافات ہو جانے پر آپس میں ایک دوسرے پر بھی کبھی فتوے لگائے اور جس طرح بدعتی ٹولوں کو جہنم کی وعیدیں تک سنا دیا کرتے تھے کیا آپس میں بھی یہ رویہ رکھا؟ بات یہ ہے کہ وہ "عقائدی اختلاف" اور "فقہی اختلاف" میں فرق کو سمجھتے تھے۔ آج یہ

فرق ہی ہم میں سے اکثریت کی نظر سے روپوش ہو گیا ہے۔ تفرقہ کی یہ دونوں صورتیں مہلک ہیں بلکہ یہ دو انتہائیں ہیں۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد تفرقہ کی پہلی صورت میں ملوث ہیں اور ایک خاصی بڑی تعداد اس کے بالمقابل تفرقہ کی دوسری صورت کا شکار ہے۔

اس ضمن میں بعض اہل علم کے نصوص

امام شاطبی کی الاعتصام سنت کے ساتھ تمسک اور بدعت وانحراف کے رد کے موضوع پر ایک منفرد ترین تالیف ہے اس میں امام شاطبی فرماتے ہیں۔

فان الخلاف من زمان الصحابه الى الان واقع فى المسائل الاجتهاديه و اول ما وقع الخلاف فى زمان الخلفاءالراشدين المهديين ثم فى سائر الصحابه ثم فى التابعين ولم يعب احد ذلک منهم وبالصحابه اقتدى من بعدهم فى توسيع الخلاف[17]

اجتہادی مسائل میں اختلاف صحابہ کے دور سے لے کر آج تک واقع ہوتا آیا ہے۔ سب سے پہلے جو اختلاف ہوا وہ خلفائے راشدین کے زمانے میں ہوا پھر صحابہ کے سب ادوار میں رہا پھر تابعین میں ہوا، ان میں سے کسی نے بھی اس پر کسی کو معیوب نہ جانا۔ صحابہ کے بعد والوں میں بھی اسی طرز پر اختلاف ہوا اور اس میں توسیع بھی ہوئی۔ آسمانی شریعتوں کا اصل محور توحید ہے اور صفات باری تعالیٰ اور ایمان بالغیب مثل جنت، حیات بعد الموت، جزا و سزا، پل صراط، حوض، شفاعت اور عذاب قبر۔ اسی طرح شرعی احکام کی وہ فروعات بھی جن کا وجوب دلیل قطعی سے ثابت ہے مثلاً نماز، زکواۃ، حج اور روزہ۔ اسی طرح وہ محرمات بھی جن کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہے ان میں سے کسی چیز میں بھی اختلاف جائز نہیں۔ ان میں اختلاف کا کوئی جواز سرے سے ہے ہی نہیں اور جو ان معاملات میں اختلاف کرے وہ یا تو کافر ہے اور یا پھر گمراہ۔ ہاں جس چیز میں اختلاف کی گنجائش ہے وہ ہیں شریعت کی وہ فروعات جن کا استخراج اجتہاد اور استنباط ایسے طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس میں علماء کے اختلاف کرنے کی گنجائش ہے اور ہر ایک کو اس کا اجتہاد جس نتیجہ تک پہنچائے وہ اسی پر عمل کرنے کا مجاز ہے۔ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

واما الاختلاف فی الاحکام فاکثر من ان ینضبط ولو کان کلما اختلف مسلمان فی شیءتھاجرا لم یبق بین المسلمین عصمہ ولا اخوہ[18]

"مسائل احکام میں تو اس قدر اختلاف ہوا ہے کہ اس کا ضبط میں آنا ممکن نہیں اگر کہیں ایسا ہوتا کہ جب بھی کبھی دو مسلمانوں میں کسی مسئلے کی بابت اختلاف ہو تو ایک دوسرے سے قطع تعلقی اختیار کر لی جاتی تو مسلمانوں میں کسی عصمت یا اخوت کا نام تک باقی نہ رہتا"۔

حافظ ابن عبد البر جو کہ موطا مالک کی مشہور ترین شرح التمہید لما فی المؤطامن المعانی والاسانید کے مولف ہیں اور منہج سلف کے ایک بہترین ترجمان مانے جاتے ہیں اپنی کتاب جامع البیان العلم وفضلہ میں بعض روایات ذکر کرتے ہیں۔

وعن القاسم، قال: "لقد اعجبنی قول عمر بن عبدالعزیزرضی االله عنہ"ما احب ان اصحاب رسول االله لم یختلفوا، لانہ لو کان قولا واحداً کان الناس فی ضیق، وانھم ائمہ یقتدیٰ بھم، ولو اخذ رجل بقول احدھم کان فی سعہ" قال ابوعمر: ھذا فیما کان طریقہ الاجتھاد[19]

قاسم بن محمد سے روایت ہے، کہا: مجھے عمر بن عبد العزیز کا یہ قول بہت پسند آیا: مجھے ہرگز یہ پسند نہیں کہ صحابہ نے بعض مسائل میں آپس کے اندر اختلاف نہ کیا ہوتا۔ کیونکہ ان سے اگر ایک ہی قول مروی ہوا ہوتا تو لوگ تنگی میں رہ جاتے، جبکہ صحابہ امام ہیں جن کی اقتدا ہونی چاہیے۔ چنانچہ کوئی شخص کسی ایک صحابی کا قول اختیار کر لے تو اس کیلئے اس کی گنجائش ہے"۔

ابن عبد البر کہتے ہیں یہ ان مسائل میں ہو گا جو اجتہاد سے متعلق ہوں۔

وعن اسامہ بن زید قال: "سالت القاسم بن محمد عن القراءت خلف الامام فیما لم یجھر فیہ فقال: ان قرات فلک فی رجال من اصحاب رسول االله اسوہ حسنہ، وان لم تقرافلک فی رجال من اصحاب رسول االله اسوہ حسنہ

وعن یحیی بن سعید قال: "ما برح اولو الفتوی یفتون، فیحل ھذا، ویحرم ھذا، فلا یری المحرّم ان المحلل ھلک لتحلیلہ، ولا یری المحلل ان المحرم ھلک لتحریمہ[20]

اُسامہ بن زید لیثی سے روایت ہے کہا میں نے امام قاسم بن محمد سے سری نماز کے اندر قرات خلف الامام کی بابت دریافت کیا فرمایا اگر قرات کر لو تو بھی صحابہ رسول میں سے کچھ لوگوں کی مثال موجود ہے اور اگر نہ کرو تب بھی صحابہ میں سے کچھ لوگوں کی مثال موجود ہے۔

"یحی بن سعید سے روایت ہے، کہا آج تک ایسا ہوا ہے کہ فتوی دینے والے اہل علم فتوی دیتے ہیں۔ ایک شخص (کسی معاملے میں) حرام ہونے کا فتوی دیتا ہے دوسرا حلال ہونے کا فتوی دیتا ہے۔ نہ تو حرام کہنے والا عالم حلال کہنے والے کو ہلاکت پر جانتا ہے اور نہ ہی حلال کہنے والا حرام قرار دینے والے کو ہلاکت میں پڑا ہوا جانتا ہے"۔

وقد اختلف اصحاب رسول االله فخطاب‌عضھم بعضا، ونظر بعضھم فی اقاویل بعض وتعقبھا، ولو کان قولھم کلہ صوابا عندھم لما فعلوا ذلک[21]

اصحاب رسول نے بلاشبہ آپس میں (بعض مسائل پر) اختلاف کیا وہ ایک دوسرے کی غلطیوں کی نشاندہی بھی کرتے رہے۔ ایک دوسرے کے اقوال و آراء پر نقد و تبصرہ بھی کرتے رہے۔ ان میں سے سب کے اقوال اگر (بیک وقت) درست ہوتے تو وہ ایسا نہ کرتے"۔

عصر حاضر میں اُمت مُسلمہ کو درپیش مسائل اور اس کا حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

اسلام کے مختلف فرقے اُمت میں تقسیم کے اسباب کے بارے میں مختلف نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ سنی اور شیعہ علماء تقسیم کے اسباب کو تاریخی واقعات سے منسوب کرتے ہیں جیسے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی وفات اور خلافت کی جانشینی، مذہبی عقائد اور طرز عمل میں فرق سے منسوب کرتے ہیں۔ کچھ فرقے، جیسے صوفیاء مسلمانوں میں علم اور عمل کی کمی کو

تقسیم کی وجہ قرار دیتے ہیں۔ تفرقہ جو کہ اسلام میں بہت بڑا گناہ ہے دو صورتوں میں پایا جاسکتا ہے۔ ایک یہ کہ جہاں شریعت ہرگز اختلاف کی کوئی گنجائش نہ رکھے وہاں لوگوں کو اختلاف کرنے دیا جائے اور دوسری صورت یہ کہ جہاں شریعت اختلاف کی گنجائش رکھے وہاں اختلاف کی اجازت نہ دی جائے اور وہاں ہر آدمی دوسرے کو اپنی یا اپنے امام کی راہ پر لے آنے پر ہی ضد کرے۔ جہاں تک روایات کے قبول کرنے میں اختلاف ہو جانے کا معاملہ ہے تو اس کی نوبت صحابہ کی زندگی میں ظاہر ہے کم ہی آسکتی تھی۔ سب کے سب صحابہ عدول تھے۔ راویوں کی جرح وتعدیل سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بے نیاز کر رکھا تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا تھا کہ کوئی روایت کسی صحابی تک نہ پہنچے اور اس بات کے متعدد واقعات مذکور ہوئے ہیں جہاں کسی صحابی نے نص معلوم نہ ہونے کے باعث اجتہاد کیا۔ روایات کی چھان پھٹک بعد کی نسلوں کی ایک ضرورت تھی صحابہ کی زندگی میں اس کی نوبت ہی نہ آئی تھی۔ اس کے باوجود چند ایک واقعات پھر بھی ایسے ملتے ہیں جن میں بعض صحابہ بعض روایات کی بابت توقف یا حتی کہ بعض اوقات اختلاف کرتے ہوئے بھی پائے گئے۔ البتہ صحابہ کے بعد کے ادوار میں قبول روایات کے اندر اختلاف کا بڑھ جانا ایک طبعی واقعہ تھا۔ خصوصاً جب عالم اسلام میں ایک بڑی توسیع ہوئی اور جہاد و تعلیم و امارت کی ضرورت کے پیش نظر ذخیرہ احادیث اور رواہ احادیث مختلف ملکوں میں پھیل گئے۔ اس معاملے میں بھی سلف کے مابین شدت نہ اپنائی گئی۔ روایات کی تصحیح وتضعیف اور ترجیح کا معاملہ اہل علم میں ہمیشہ سے چلتا ہی آیا ہے۔ بعض روایات ایسی ہیں کہ ایک ایک حدیث پر بحث کیلئے ضخیم کتب تک لکھی گئیں۔ ان معاملات میں کوئی کتنی تحقیق کر سکتا ہے یہ ہر شخص کی ہمت پر ہے۔ اس بنیاد پر محاذ آرائی کی بہر حال گنجائش نہیں۔ پھر اہل علم میں تعارضِ ادلہ ایک بڑے اختلاف کا سبب بن جاتا رہا ہے اور مختلف لوگ اس تعارض کے ازالہ کے معاملے میں مختلف طریقے اپناتے رہے ہیں۔ ان سب معاملات میں علمی اختلاف کی پوری گنجائش ہے۔ بحث و نظر اور تحقیق و مطالعہ کی ضرورت مسلم ہے۔ تبادل آراء اور مناقشہ و تصحیح ان معاملات میں ایک برحق موقف ہے۔ مگر تفرقہ ونزاع اور گروہ بندی کی اجازت نہیں۔ فقہی اختلافات کا ہو جانا ہرگز نقصان دہ نہیں البتہ اس کی بنیاد پر دھڑے بندی ہونے لگنا نقصان دہ ہے۔ ایسا کرنا فتنہ بھی ہوگا اور بدعت بھی۔

تفرقے کا سب سے اہم سبب قرآن کریم سے دوری ہے۔

قرآن وہ واحد شی ہے جس پر مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کا بھی اتفاق ہے کہ یہ وہی کتاب ہے جو حضرت محمد ﷺ نے اپنی اُمت کو دی۔ مسلمانوں کا ایمان ایک قدم اور آگے ہے کہ یہ وہی کتاب ہے جو اللہ نے جبرائیلؑ کے ذریعے حضرت محمد ﷺ کو عطا فرمائی۔

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ[22]

بے شک یہ قرآن ہدایت دیتا ہے اس راہ کی طرف جو بالکل سیدھی ہے" کے باوجود ہم نے اس ہدایت کے سرچشمے کو چھوڑ رکھا ہے۔ وہ "حبل اللہ" جسے تھام کر تفرقے سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے ہم نے اسے پسِ پشت ڈالا ہوا ہے۔ وعظ ہو یا خطاب وہاں بھی قرآن کا کوئی ذکر نہیں، کوئی اصلاحی درس ہو تو وہاں بھی فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ[23]: پس تذکیر کیجئے اس قرآن کے ذریعے جو دلوں کو جوڑنے کے لئے نازل ہوا ہے وہ آج دوسروں کے خلاف گواہیاں دینے کے لئے کام آتا ہے۔ وہ کتاب جس پر عمل کرنے کی وجہ سے یہ قرآن روزِ قیامت ہماری شفاعت کرے گا آج ہم نے اس کو پس پُشت ڈالا ہے۔

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا[24]

اور کہیں گے رسول اے رب میری قوم نے اس قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا" کے مطابق اپنے آپ کو نبی ﷺ کی بد دعا کا مستحق بنا رہے ہیں۔

اختلافِ رائے ایک فطری اور طبعی امر ہے جس کو نہ مٹایا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کو مٹانا اسلام کا منشاء ہے۔ قرآن میں بھی اللہ نے فرمایا ہے۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ[25]

اگر آپ کا رب چاہتا تو بنا دیتا لوگوں کو ایک ہی اُمت، مگر وہ اختلاف میں ہی رہیں گے۔

کامل اتفاقِ رائے صرف دو صورتوں میں ممکن ہے، یا تو ان لوگوں میں کوئی سوجھ بوجھ والا شخص ہی نہ ہو یا پھر اس مجمعے میں تمام انسان ایسے ضمیر فروش اور خائن ہوں کہ ایک بات کو غلط جانتے ہوئے بھی غلط نہ کہیں۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا[26]

بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں (مشوروں) کو لوٹا دو ان کے اہل کی طرف"۔ پر بھی عمل نہ کریں۔ اسلام چونکہ فطری دین ہے اس لئے اس نے فطری جذبے کو دبایا نہیں ہے بلکہ صحیح رخ دیا ہے۔ اسلام میں شورائیت کا نظام قائم کیا گیا تاکہ مختلف آراء کی موجودگی میں بصیرت کے ساتھ فیصلہ کیا جاسکے۔ نبی اکرم ﷺ کے دورِ مبارک میں بھی انتظامی اور تجرباتی معاملات میں اختلاف کیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کے دور میں پیش آمدہ نئے دینی امور، اجتہادی مسائل اور تعارض آیات و احادیث کے فہم میں اختلاف ہوا۔ یہاں تک کہ روزمرہ کے اعمال جیسے نماز و روزہ کے فروعی و جزئی امور پر بھی اختلافات ہوئے اور ان مباحث کا ذکر بھی ملتا ہے۔ پھر یہ اختلاف تابعین اور تبع تابعین میں بھی جاری رہا۔ یہاں تک کہ بعض امور میں تو حلال حرام تک میں اختلاف ہوا۔ مگر قابلِ تقلید بات یہ ہے کہ یہ اختلاف مخالفت میں نہ بدلا۔ نہ کسی شخص یا گروہ نے مخالفین کو باطل کہا نہ سب و شتم کا نشانہ بنایا۔ بلکہ تمام ایک دوسرے کے تنوع علم سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

مذہبی اور نظریاتی اختلافات

فرقہ واریت ایک اور عنصر ہے جو امت کے اندر تفرقے کا باعث بنتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی اپنی تشریحات کی بنیاد پر مسلمان مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ہر فرقے کے اپنے عقائد، طریقے اور رسومات ہیں۔ فرقہ وارانہ تقسیم کا نتیجہ اکثر دوسرے فرقوں کے تئیں تصادم اور عدم برداشت کی صورت میں نکلتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُون[27]

بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم متقی اور پرہیز گار بن جاؤ۔

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ ٱسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَٰنِكُمْ فَذُوقُوا۟ ٱلْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ[28]

جس دن کئی چہرے روشن ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے تو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا کہ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے تھے تو اب اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو۔

بروایت مسند امام احمد، امام ترمذی و ابن ماجہ میں مذکور ہے۔ امام احمد عبداللہ بن یحیی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے معاویہ بن ابی سفیان کے ساتھ حج کیا۔ جب مکہ آئے تو معاویہؓ نماز ظہر ادا کرنے کے بعد کھڑے ہوئے اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دونوں اہل کتاب اپنے دین کے اندر بہتر (72) فرقوں میں بٹے۔ یہ اُمت تہتر (73) فرقوں میں بٹ جائے گی سب کے سب دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک کے جو کہ اصل جماعت ہوگی۔ میری اُمت میں بہت سے ایسے گروہ ہوں گے جن میں اھواء اور خواہشات نفسانی سرایت کر جائیں گی۔ اے عرب کے لوگو! اللہ کی قسم اگر تم اس وقت اپنے نبی کے لائے ہوئے دین کو لے کر کھڑے نہ ہوئے تو دوسرے لوگ یہ کام کرنے والے نہ ہوں جس دن کچھ چہرے روشن و شاداب ہوں گے اور کچھ کا منہ کالے ہوں گے۔ جن کا منہ کالا ہوگا ان سے کہا جائے گا کیا نعمت ایمان پانے کے بعد بھی تم نے کافرانہ روش اختیار کی اب عذاب چکھو"یعنی روز قیامت اہل سنت والجماعت کے چہرے روشن ہوں گے اور اہل بدعت و تفرقہ کے چہرے سیاہ ہونگے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِىٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى ۖ اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۚ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۚ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ[29]

تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا جس کا نوح کو حکم دیا تھا اور اسی راستہ کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اور اسی کا ہم نے ابراھیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا، کہ اسی دین پر قائم رہو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا، جس چیز کی طرف آپ مشرکوں کو بلاتے ہیں وہ ان پر گراں گزرتی ہے، اللہ جسے چاہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اسے راہ دکھاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ [30]

اور خبردار ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے تفرقہ پیدا کیا اور واضح نشانیوں کے آجانے کے بعد بھی اختلاف کیا کہ ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No2 2024

اس آیت میں از سر نو مسئلہ اتحاد اور تفرقہ بازی سے اجتناب کرنے کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ یہ آیت مسلمانوں کو گذشتہ اقوام مثلاً یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح تفرقہ اور اختلاف کی راہ اختیار کرنے اور اپنے لئے عظیم عذاب مول لینے سے ڈراتی ہے اور در حقیقت انہیں اختلاف اور تفرقہ بازی کے بعد گذشتہ لوگوں کی تاریخ کے مطالعہ کی دعوت دیتی ہے۔ ان آیات میں اتحاد پر اصرار کرنے اور تفرقہ نفاق سے اجتناب کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تمہارے معاشرے میں بھی ایسا ہونے والا ہے کیونکہ جہاں کہیں کسی چیز سے ڈرانے میں اصرار کیا جاتا ہے وہ اس کے وقوع کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے درمیان نظریاتی اختلافات بھی امت کے اندر تقسیم کا باعث بنتے ہیں۔ مسلمان مذہبی اور سماجی معاملات سمیت مختلف مسائل پر مختلف رائے رکھتے ہیں۔ رائے میں یہ اختلافات بعض اوقات کمیونٹی کے اندر تنازعہ اور تقسیم کا سبب بن سکتے ہیں۔

اسلامی تعلیمات کی تشریح میں اختلافات

فرقہ کا لفظ فرق سے بنا ہے جس کے معنی مختلف یا الگ کرنے یا تمیز کرنے کے ہوتے ہیں، مگر جب بات مذہب کی ہو تو اس سے مراد اختلاف، قطع یا منحرف کی لی جاتی ہے یعنی کسی ایک مذہب میں اس کے ماننے والوں میں ایسے گروہ واقع ہونا کہ جن میں آپس میں متعدد یا چند امور یا ارکان یا خیالات میں (واقعتاً یا مجازاً) اختلاف پایا جاتا ہو اور وہ ایک دوسرے سے انحراف رکھتے ہوں، اسے اس مذہب کے فرقے کہا جاتا ہے اور یہ عمل فرقہ بندی کہ جاتا ہے۔ فرقہ کی جمع فرقے یا فرقات کی جاتی ہے اور اس کی ضد، جمع (جماعۃ) کی جاتی ہے۔ مذہب اسلام کے ماننے والوں میں بھی متعدد وجوہات کی باعث اپنے خیالات میں ایک دوسرے سے اختلافی یا افتراقی گروہ پائے جاتے ہیں۔ موجودہ دور میں اہل سنت والجماعت اہل تشیع سلفی اور وہابی قابل ذکر ہیں۔ فی الحقیقت، اسلام کو معاشرے اور سیاست سے مربوط ہونا اور پھر سیاسی ضروریات کو قصداً یا لاشعوری طور پر مذہب جیسی اہمیت دے دینا ہی فرقوں کی پیدائش کا ایک ابتدائی سبب بنا اور جس کی وجہ سے فطرت میں افتراق کی ابتدا ہوئی۔

قرآن کریم فرقہ بندی کی ممانعت اور شدید مذمت کرتا ہے اور قائم اسلامی اصولوں پر یکسو رہنے کے بارے میں تاکید کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي[31]

:سو سیدھا رکھو تم اپنا رخ دین اسلام کی سمت یکسو ہو کر جو اللہ کا دین فطرت ہے۔

جب قرآنی تعلیمات سے لاپروائی اور سیاسی مقاصد کی حصول کی خاطر اسلام کے نام کو استعمال کیا جانے لگا تو پھر نئے نئے چھوٹے بڑے متعدد فرقے آئے دن نکلتے رہے۔ قرآن کریم اسی طرح کی تفرقت کی شدید مذمت کرتا ہے اور اسلامی اصولوں پر کاربند رہنے کی تلقین کرتا ہے۔

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا[32]

:اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور فرقہ بندی نہ کرو۔

ایت کریمہ میں اُن افعال، حرکات وسکنات کی مُمانعت کی گئی ہے جو مسلمانوں کے درمیان تفریق کا سبب ہوں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ "تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں فرقوں میں تقسیم نہ ہو جاؤ جیسے یہود و نصاریٰ نے فرقے بنالئے۔ تفرقہ کا خطرہ اتنا بڑا ہے کہ اللہ رب العزت نے اس سے منع کرتے ہوئے تمام پیغمبروں علیہم السّلام کو دین قائم کرنے کے لئے کہا ہے۔

وَلتَكُن مِّنكُم اُمَّة يَّدعُونَ اِلَى الخَيرِ وَ يَامُرُونَ بِالمعرُوفِ وَ يَنهَونَ عَنِ المنكَرِ وَ اُولٰئِکَ هُمُ المفلِحُونَ[33]

تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بُلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور بُرے کاموں سے روکے، اور یہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں۔

اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ اس اُمت کا ایک گروہ اس دعوت الی الخیر وامر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ذمہ داری کو اٹھائے رہے اگرچہ یہ بات اُمت کے ہر فرد پر ہی حسب استطاعت فرض ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

"تم میں سے جو کوئی برائی کو دیکھے اسے چاہیے کہ اُسے ہاتھ سے روکے۔ اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے روکے۔ اس کی استطاعت نہ ہو تو دل سے بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے جبکہ ایک روایت کے الفاظ ہیں: اس کے بعد رائی برابر بھی ایمان نہیں۔"

JAHAN E TAHGEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No2 2024

امام احمد حضرت حذیفہ بن الیمان سے روایت کرتے ہیں کہ نبی نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کروگے یا پھر ضرور اللہ تعالیٰ تم پر اپنے ہاں سے ایک سزا بھیجے گا پھر تم اس کو پکاروگے مگر تمہاری سنی نہ جائے گی۔

ارشاد ربانی ہے:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَ مَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ [34]

تمام لوگ ایک دین پر تھے تو اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دیتے ہوئے اور ڈر سناتے ہوئے اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان کے اختلافات میں فیصلہ کردے اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں نے ہی اپنے باہمی بغض و حسد کی وجہ سے کتاب میں اختلاف کیا یہ اختلاف اس کے بعد کیا کہ ان کے پاس روشن احکام آچکے تھے تو اللہ نے ایمان والوں کو اپنے حکم سے اُس حق بات کی ہدایت دی جس میں لوگ جھگڑ رہے تھے اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے اپنے حکم سے ایمان والوں کو اختلافات میں سے ہدایت نصیب فرمادی۔ یعنی بوقت اختلاف وہ لوگ اسی مذہب پر قائم رہے جو اختلاف پیدا ہونے سے پہلے ان کے انبیاء لے کر آئے تھے، ایک اللہ کیلئے دین کو خالص کئے رہے بلاشرکت غیرے اس کی عبادت پر کاربند رہے، نمازوں کو قائم اور زکوٰت ادا کرتے رہے اور اس طریقے سے اس پہلے والے منہج پر ہی قائم رہے جو اختلاف و تفرقہ ہونے سے قبل موجود تھا اور اختلاف سے دور اور کنارہ کش رہے اور قیامت کے روز لوگوں پر گواہ ٹھہرے۔ اسلام کی صحیح تعلیمات کو سمجھنے کے لیے مسلمانوں کو قرآن و سنت کے بارے میں تعلیم دینے کی ضرورت ہے۔ تعلیم جو کہ اسلامی تعلیمات کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرنے میں مدد کرسکتی ہے۔ مسلمانوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ سب ایک ہی امت کا حصہ ہے اور انہیں فرقہ وارانہ یا سیاسی اختلافات میں تقسیم نہیں ہونا چاہیے۔

کمیونٹی کے اندر تقسیم

اُمت میں تقسیم ثقافتی اختلافات، فرقہ واریت، سیاسی مفادات اور نظریاتی اختلافات جیسے کئی عوامل کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس تحقیقی مضمون کا مقصد اُمت کے اندر تفرقہ کی بنیادی وجوہات کی نشاندہی کرنا اور قرآن و سنت کی رہنمائی پر مبنی حل فراہم کرنا ہے۔ امت مسلمہ دنیا کی سب سے بڑی اور متنوع برادریوں میں سے ایک ہے۔ اپنے تنوع کے باوجود امت کو کئی چیلنجوں کا سامنا ہے جن میں اپنی صفوں میں تقسیم بھی شامل ہے۔ امت میں تقسیم کے اسباب پیچیدہ اور کثیر الجہتی ہیں اور ممکنہ حل کی نشاندہی کے لیے احتیاط سے جانچ کی ضرورت ہے۔ آج دنیا بھر میں مسلمان جن مصائب اور آفات کا شکار ہیں ان کا سب سے بڑا سبب آپس کا تفرقہ اور خانہ جنگی ہے۔ ورنہ عددی کثرت اور مادی اسباب و وسائل کے اعتبار سے مسلمانوں کو سابقہ ادوار میں ایسی طاقت حاصل نہ تھی جیسی آج حاصل ہے۔ اگر آج امتِ مسلمہ پر نظر دوڑائی جائے تو یہ امت کے بجائے ایک منتشر ہجوم نظر آتی ہے، جس میں دور دور تک کسی اتحاد کا امکان دکھائی نہیں دیتا۔ وہ بات بھی پرانی ہے کہ جب اس امت میں سیاسی، نسبی، نسلی، لسانی، وطنی اور طبقاتی تفرقہ تھا۔ آج اس امت میں جو تفرقہ سب سے زیادہ اور سب سے خطرناک ہے وہ دینِ اسلام کے نام پر ہے، جس میں ایک فرقہ اپنے مخالف فرقے پر سب و شتم، دشمنی، یہاں تک کہ قتل و غارت گری سے بھی گریز نہیں کرتا۔ ایک طرف تو اس خانہ جنگی کے ذریعے امت میں تباہی پھیل رہی ہے تو دوسری جانب ہر دوسری قوم ہم مسلمانوں کو اپنے اندر جذب کرکے ہمارے وجود کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ غیر اخلاقی ثقافت اور معاشرت کی ہر طرف سے یلغار ہے۔ اپنی ہی حکومتوں کی جانب سے اسلام کے نام لیوا افراد پر عرصۂ حیات تنگ کیا جارہا ہے اور ملحدانہ اقدامات کے ذریعے عقائد کو متزلزل کیا جارہا ہے۔ مغربی تعلیم و تہذیب کے ذریعے مادہ پرستی کا دور دورہ ہے۔ سالانہ عیسائی، قادیانی، اور ہندو مشنریز کے ذریعے سینکڑوں مرتد ہو رہے ہیں۔ دورِ جدید کے فتنہ پرور لبرل، لیفٹسٹ اور سیکولر ذہن کے حامل افراد، عوام میں بڑے پیمانے پر دین کے بارے میں شکوک پیدا کررہے ہیں۔ ان کے علاوہ مارِ آستین گروہ جیسے منکرینِ حدیث وغیرہ، اسلام کی جڑیں کھودنے میں مصروف ہیں۔ میڈیا، این جی اوز، جدید تعلیمی نظام، بیوروکریٹس دراصل سرمایہ دارانہ اقدار و اداراتی صف بندی کے قیام و استحکام کے لئے دن رات کررہے ہیں۔ ان مصیبتوں سے بچی کچی عوام میں سے بھی ایک بڑی تعداد بے حیائی اور فحاشی کے طوفان میں بہہ جاتی ہے۔ ان دین بیزار طبقات کی کوششوں کے ذریعے ایک روائتی اسلامی معاشرے کی بجائے ایک عالمی دجالی اور سرمایہ دارانہ معاشرہ وجود میں لایا جارہا ہے۔ اسلام وہ دین ہے جو عدل و مساوات کا ایک انقلابی پیغام لے کر اٹھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No2 2024

خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ ٱلْأَنْعَٰمِ ثَمَٰنِيَةَ أَزْوَٰجٍ ۚ يَخْلُقُكُمْ فِى بُطُونِ أُمَّهَٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِى ظُلُمَٰتٍ ثَلَٰثٍ ۚ ذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ ٱلْمُلْكُ ۖ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ[35]

اس نے سب کو ایک جان سے پیدا کیا"، کے ذریعے اسلامی مساوات باہمی کو عام کیا تو۔ ایک اور جگہ بیان کیا گیا ہے۔ اس نے تمہیں ایک جان سے بنایا پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا کیا اور تمہارے لیے چوپایوں سے آٹھ جوڑے اتارے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں بناتا ہے ایک طرح کے بعد اور طرح تین اندھیریوں میں یہ ہے اللہ تمہارا رب اسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں پھر کہاں پھیرے جاتے ہو۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ[36] بے شک مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں" کہہ کر تمیزِ بندہ و آقا کے سارے بت توڑ دیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمْ وَكَانُواْ شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُواْ يَفْعَلُونَ[37]

جن لوگوں نے اپنے دین کو فرقوں میں بانٹ دیا اور ٹولوں میں منقسم ہو گئے تمہارا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ اللہ ہی کے سپرد ہے پھر وہی ان کو بتائے گا کہ یہ کیا کرتے رہے ہیں کی تفسیر میں امام ابن کثیر فرماتے ہیں: (وَكَانُواْ شِيَعًا) اور ٹولے یعنی فرقے بن گئے یہ لوگ خوارج ہیں۔ بعض مفسرین کا قول ہے یہ اہل بدعت ہیں۔ جبکہ ظاہر یہ ہے کہ یہ آیت ان سبھی لوگوں کو شامل ہے جو دین کو چھوڑتے اور اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ چنانچہ تفرقہ سے مراد متقدمین اہل علم کے نزدیک، اس راستے کو ترک کرنا ہے جس پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ تفرقہ سے مراد مفسرین و محدثین کے نزدیک اہل "بدعت" ہیں اور "اہل اھواء" کیونکہ دین میں ایک نیا راستہ ایجاد کر کے آدمی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے راستہ سے خود بخود علیحدگی اختیار کر لیتا ہے۔ چنانچہ "تفرقہ "بنیادی طور پر حق اور اہلِ حق سے علیحدگی ہے۔ یہاں تک کہ خطبہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر نبی کریم آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى[38]

کوئی فضیلت نہیں کسی عربی کے لئے کسی عجمی پر، نہ کسی عجمی کے لئے کسی عربی پر، نہ کسی گورے کو کسی کالے پر نہ ہی کالے کو گورے پر سوائے تقویٰ کے "، کے انقلابی نعرے سے ہر قسم کی عصبیتیں ختم کر دیں۔ یہی وہ حقیقت تھی جسے دین اسلام نے پیش کیا اور اس جاہلی درجہ بندی کا دروازہ بند کیا جس میں اپنی شناخت کو کسی سعی و عمل کے ذریعے نہیں مٹایا جا سکتا یعنی کوئی کالا گورا نہیں بن سکتا، نہ ہی کوئی عجمی عربی بن سکتا۔ یہ مساوات صرف نعروں کی حد تک ہی نہیں میں اعتراف کرتا ہے۔ یہ محمد ﷺ ہی تھے، جنہوں نے تاریخ انسانی میں پہلی بار ان اصولوں پر ایک معاشرہ قائم فرمایا۔

سیاسی مفادات اور اقتدار کی کشمکش

سیاسی مفادات بھی امت کے اندر تقسیم کا باعث بنتے ہیں۔ سیاسی رہنما اکثر اپنے ایجنڈوں کو فروغ دینے کے لیے مذہب کا استعمال کرتے ہیں، جو مسلمانوں کے درمیان تقسیم اور تصادم کا باعث بن سکتا ہے۔

وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُم[39]

اور انہوں نے تفرقہ پیدا نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا تھا، آپس کی ضد کی وجہ سے " کے مصداق لوگوں میں تفرقہ پیدا ہوا۔

مفسر امام ابو العالیہؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں "بغيا علی الدنيا و ملكها و زخرفها و زينتها و سلطانها: حبِ دنیا، اقتدار کی چاہ، اس کی زیب و زینت اور سلطنت کی محبت پیدا ہوئی تو تفرقہ ظاہر ہوا۔ آج بھی جب کوئی تفرقہ پیدا ہوتا ہے تو دنیاوی حرص، اپنی بڑائی یا انا اور اپنی ایک الگ پہچان و شہرت کے لئے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بناتا ہے۔ یعنی آج بھی اس تفرقے کی ایک بڑی وجہ یہی "بغیاً" یعنی ضد ہے۔ اُمت میں قیادت کو اتحاد کو فروغ دینے اور تقسیم کی حوصلہ شکنی کرنے کی ضرورت ہے۔ سیاسی رہنما مذہب کو اپنے سیاسی مفادات کے لیے استعمال نہ کریں۔ مذہبی رہنما مسلمانوں کو اسلام کی حقیقی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے اور امت کے اندر اتحاد کو فروغ دینے کی ترغیب دیں۔ مسلمانوں کو

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No2 2024

مختلف پس منظر اور عقائد کے لوگوں کے ساتھ مکالمے میں مشغول ہونا چاہیے۔ بین المذاہب ہم آہنگی معاشرے میں امن اور اتحاد کو فروغ دینے میں مدد دے سکتی ہے۔

غلو یعنی حد سے آگے بڑھ جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں۔لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ[40]:دین میں غلو نہ کرو"۔ اصل میں موجودہ دور میں جو غلو فرقہ بازی کا سبب ہے وہ غیر شعوری ہے اور غلو کرنے والے اسے دین کی خدمت سمجھتے ہوئے کرتے ہیں، جبکہ وہ دین کا نقصان کر رہے ہوتے ہیں۔ فروعی اور اجتہادی امور میں تعصب برتنا اور اپنی اختیار کردہ رائے کے علاوہ دوسری رائے کے حاملین کو مخطی یعنی اجتہادی غلطی کرنے والا ہی نہیں بلکہ باطل اور گنہگار قرار دینا اور ان سے ایسا رویہ رکھنا کہ جیسا اہل باطل سے رکھا جاتا ہے، آج کے دور میں غلو کی واضح مثالیں ہیں۔ بعض لوگ تو غلو میں اس قدر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ اپنے مسلک کی دعوت اس طرح دیتے ہیں کہ جیسے کسی غیر مسلم کو اسلام کی دعوت دی جاتی ہے۔ اکثر یہ غلو علماءِ سوء میں پایا جاتا ہے جو بغیر اہلیت و تدبر کے دوسروں پر فتوے جڑتے ہیں اور اس طرح سلفِ صالحین کے منہج سے انحراف کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

أنا زعيم ببيت في ربض الجنة لمن ترك المراء و إن كان محقا، و بيت في وسط الجنة لمن ترك الكذب و إن كان مازحا، و بيت في اعلى الجنة لمن حسن خلقه[41]

جو شخص حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دے اس کے لیے جنت کے بیچ میں ایک مکان بنایا جائے گا اور جو شخص اپنے اخلاق اچھے بنائے اس کے لیے اعلیٰ جنت میں ایک مکان بنایا جائے گا"۔

حافظ ابنِ عبد البر قرطبیؒ" جامع بیان العلم "میں لکھتے ہیں۔

ما برح أولو الفتوى يفتون فيحل هذا ويحرم هذا فلا يرى المحرم أن المحل هلك لتحليله ولا يرى المحل أن المحرم هلك لتحريمه[42]

اہلِ افتاء فتویٰ دیتے رہے ایک اس کو حلال اور حرام، مگر نہ حرام کہنے والا حلال کہنے والے کو غلط کہتا، نہ ہی حلال کہنے والا حرام کہنے والے کو غلط کہتا ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں۔

"المراء و الجدال فی العلم یذهب بنور العلم من قلب العبد، و قیل له رجل له علم بالسنة فهو یجادل عنها قال ولكن لیخبر بالسنة فان قبل منه والا سکت[43]

علم میں جھگڑا بندے کے دل سے علم کا نور لے جاتا ہے پوچھا گیا کہ وہ شخص جسے سنت کا علم ہو کیا وہ اس کے حق میں نہ جھگڑے؟، کہا کہ اس کو باخبر کردے، اگر قبول کر لے تو ٹھیک ورنہ خاموش ہو جائے۔ اسی قسم کے اقوال امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ سے بھی منقول ہیں۔ تو خلاصہ یہ کہ اجتہاد میں ہمیشہ ایک رائے صحیح اور غلط بھی ہوتی ہے مگر غلط رائے کے حاملین کو باطل نہیں کہا جائے گا کیونکہ وہ بھی پوری محنت کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں اور حدیث متفق علیہ کے مطابق دونوں کے لئے اجر ہے۔ یہاں ایک ایسے شخص کے لئے جو علومِ دینیہ، اصولِ اجتہاد اور اسبابِ اختلاف سے ناواقف ہو اس بات کو سمجھنا مشکل ہو جائے گا کہ دو متضاد باتیں بیک وقت صحیح کیسے ہو سکتی ہیں؟ مگر اصل معاملہ یہ ہے کہ وہ محکم حلال و حرام جو نصوص میں ذکر ہوئے ہیں ان میں تو کسی قسم کا اختلاف نہیں ہوا اور نہ ہی ایسا جائز ہے۔ اور نہ ہی اس معاملے میں کوئی رواداری برتی جاتی ہے کیونکہ حق واضح ہے۔ رہی دوسری بات کہ وہ امور جو کہ نصوص میں وارد نہیں ہوئے تو اس بارے میں ایک عالم مجتہد آثار و تعامل پر غور و خوض کر کے ایک نتیجے پر پہنچتا ہے، جبکہ دوسرا عالم اتنی ہی محنت، اور انہی اصول کے نتیجے میں مختلف رائے تک پہنچتا ہے۔ اب چاہے یہ دونوں نتائج بظاہر متعارض ہی کیوں نہ ہوں دونوں کو اپنی رائے پر عمل کرنے کا حق ہے اور دونوں ہی ثواب کے حقدار ہونگے۔ ضرورت اس کی ہے کہ تحمل پیدا کیا جائے۔ عوامی سطح پر بھی اور علماء کی سطح پر بھی۔ وہ رائے جس پر ہم یا ہمارے مکتبِ فکر کے علماء اجتہاد کے ذریعے پہنچے ہوں اسے ہم یقیناً صحیح سمجھ کر عمل کریں مگر دیگر مکاتبِ فکر کی آراء کا بھی احترام کریں اور ان کی مذمت کرنے سے بچیں۔ مزید یہ کہ ہمیں اپنے ذہنوں سے تعصب کو مٹانا ہوگا۔ صرف اپنے آپ کو ہی صحیح سمجھنا، اور اپنی غلطیوں کو بھی نظر انداز کرنا، غلط طرزِ عمل ہے۔ ممکن ہے کہ ہم اپنی وہ رائے جس پر فخر سے عمل کر رہے ہوں وہ خطاء پر مبنی ہو۔ اللہ کی رحمت سے امید اور اس کے عذاب کا خوف انسان کے دل سے تعصبات کا خاتمہ کرتا ہے۔ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے عقائد، طرزِ عمل اور رائے کا احترام کرنے کی ضرورت ہے۔ امت کے

اندر اتحاد بر قرار رکھنے کے لیے رواداری ضروری ہے۔ مسلمانوں کو اختلافات کو برداشت کرنا اور ان کی قدر کرنا سیکھنا چاہیے اور امن اور ہم آہنگی کو فروغ دینے کے مشترکہ مقصد کے لیے کام کرنا چاہیے۔

خلاصۃ البحث

اُمت کے اندر تقسیم کے اسباب پیچیدہ اور کثیر الجہتی ہیں۔ ثقافتی، فرقہ وارانہ، سیاسی اور نظریاتی اختلافات امت کے اندر تقسیم کا باعث بنتے ہیں۔ تعلیم اور بیداری، احترام اور رواداری، قیادت، اور بین المذاہب مکالمہ امت کے اندر اتحاد کو فروغ دینے کے تمام ممکنہ حل ہیں۔ اتحاد کی طرف کام کر کے مسلمان معاشرے میں امن اور ہم آہنگی کو فروغ دے سکتے ہیں اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں پوری کر سکتے ہیں۔ اُمت مسلمہ کو عصر حاضر میں مختلف چیلنجز کا سامنا ہے۔ ایک اہم چیلنج کمیونٹی کے اندر تقسیم ہے۔ اُمت میں تقسیم ثقافتی اختلافات، فرقہ واریت، سیاسی مفادات اور نظریاتی اختلافات جیسے کئی عوامل کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس تحقیقی مضمون کا مقصد اُمت کے اندر تفرقہ کی بنیادی وجوہات کی نشاندہی کرنا اور قرآن وسنت کی رہنمائی پر مبنی حل فراہم کرنا ہے۔

تجاویز وسفارشات

اہم ترین نعمت "حبل اللہ "یعنی قرآن ہے جو کہ درجہ بالا سورۃ آلِ عمران:103 میں ذکر کیا گیا ہے کہ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا "اور تم سب آپس میں چمٹ جاؤ اللہ کی رسی سے اور تفرقے میں نہ پڑو"۔ اس قرآن پر امت جمع ہو جائے جس کی صحت پر پوری دنیا جمع ہے۔ جیسے مندرجہ بالا آیت کے اگلے حصہ میں ہے کہ اس قرآن کی وجہ سے وہ دشمن جو صدیوں سے لڑتے آئے تھے، باہم شیر وشکر ہو گئے تو ہم امتِ مسلمہ جو ماضی قریب میں بھی متحد تھی آج بھی اس قرآن کے ذریعے متحد ہو سکتی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ قرآن کی تعلیم کو حتٰی الامکان عام کیا جائے، اور قرآن کے تذکیری پہلو کو عوام میں بیان کیا جائے۔ لوگوں کے تزکئے اور باطنی بیماریوں کا علاج بھی قرآن کے ذریعے کیا جائے۔ ہر شہر میں عوامی دروسِ قرآن کو پھیلایا جائے۔ جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کو قرآنی علوم سے روشناس کرایا جائے تاکہ وہ قرآن کی قوتِ تسخیر کے ذریعے اپنی زندگیاں قرآن کی خدمت کے لئے وقف کریں۔ اس کے ذریعے نوجوانوں کی ایک ایسی گروہ تیار ہو گی جو مغربی فکر وفلسفہ کا مقابلہ کر سکیں۔ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ[44] اور اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی اور تنازع نہ کرو، ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ قرآن اور اسلام پر کئے جانے والے اعتراضات کا جواب دیں اسلام کی تعلیمات کو عصرِ حاضر کے تقاضاوں کے مطابق پیش کر سکیں، اسلامی عملی ہدایات کو جدید دور کے طرزِ زندگی پر منطبق کرنے کی صلاحیت کے حامل ہوں۔ اور پھر یہی کوشش آئندہ چل کر امت کی ایک مرکز پر اتحاد کا سبب بنے گی۔

حوالہ جات: References

1: تاج العروس: 31: 229,   : اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 3: صفحہ: 244

2: کشاف اصطلاحات الفنون: 1:262

3 : اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 3: صفحہ: 244

4 : عمدۃ القاری 5:198

5: تاج العروس: 31:229

6: سورۃ الانعام: 6:38

7 : سورۃ البقرۃ: 2:213

8:سورۃ الفاطر:24
9:سورۃ العنکبوت:18:29
10 شرح مشکوۃ للطیبی:448:2
11: سورۃ البقرۃ:129:2
12:سورۃ آل عمران: 110:3
13 سورۃ البقرہ:143:2
14 :سورۃ اھود:118:11
15:القاموس الاصطلاحی، وحید الدین کیرانوی، ص:351، دار اشاعت اردو بازار کراچی
16:مفردات القرآن، امام راغب اصفہانی:ص:793، اہلحدیث اکادمی کشمیری بازار لاہور۔
:الاعتصام:17 809
:فتاوی ابن تیمیہ 18 :173:24
19: صحیح جامع بیان العلم وفضلہ، ابی عمر یوسف بن عبد البر ص:266
: صحیح جامع بیان العلم وفضلہ ابی عمر یوسف بن عبد البر:ص:20 367
: صحیح جامع بیان العلم وفضلہ ابی عمر یوسف بن عبد البر:21 372
22:سورۃ بنی اسرائیل:9:17
:سورۃ ق:23 45:50
سورۃ الفرقان:24 30:25
25:سورۃ ھود:118:11
26:سورۃ النسا:58:4
27:سورۃ الانعام:153
28:سورۃ آل عمران:106:3
29:سورۃ شوریٰ:13:42
30:سورۃ آل عمران:105:3
31:سورۃ الرّوم:30:30
32 :سورۃ آل عمران:103:3
33 :سورۃ آل عمران:104:3
34:سورۃ البقرۃ:213
35:سورۃ الزمر:6:39
:سورۃ الحجرات:36 10:49
37:سورۃ الانعام:159:3
:بیہقی شعب الایمان38 5137ج:2:ص:289 :ابو نعیم:حلیۃ الاولیا:ج:3:ص:289
:سورۃ الشوریٰ:39 14:42
40:سورۃ النسا:177:4
:سنن ابو داود:رقم الحدیث:41 4800
:عن یحیی بن سعید، جامع بیان العلم، جلد2، ص80، اشاعت دار الکتب علمیہ بیروت42
43 : عن الھیثم بن جمیل، جامع بیان العلم، جلد2، ص94، اشاعت دار الکتب علمیہ بیروت
:سورۃ انفال:44 46:8